WHY WE BELIEVE IN GOD (s)

خدا کیوں؟

چیدہ چیدہ نکات

مصنف: جے اینڈرسن ٹامسن

نکات از: عبدالباسط پتافی

ڈاکٹر ٹامسن (J. Anderson Thomson, Jr) کی یہ مختصر کتاب نائین الیون کے واقعہ کے رد عمل میں لکھی گئی ہے۔

یہ کتاب اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ آخر انسانی دماغ مذاہب و عقائد کیسے اور کیوں پیدا کرتا ہے؟

ڈاکٹر ٹامسن بنیادی طور پر ماہرِ نفسیات ہیں اور ارتقائی نفسیات (Evolutionary Psychology) میں اپنے کام کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔

کتاب کے اہم دلائل اور نکات کی جانب جانے سے پہلے مصنف کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"ہم اب اس سوال کے جواب کے لیے سائنس سے رجوع کر سکتے ہیں کہ کیوں انسانی دماغ مذہبی تصورات پیدا اور قبول کرتا ہے اور کیا وجہ ہے کہ ان نظریات کی خاطر انسان اپنا رویہ تبدیل کرتا ہے اور مرنے مارنے پر تل جاتا ہے۔"

مصنف کا ماننا ہے کہ اب ہمارے پاس ٹھوس نظریات اور عملی شواہد موجود ہیں اور دماغ کی مختلف تصاویر اور ان کا تجزیہ موجود ہے اس لیے اب اس سوال کو سائنس سے حل کیا جا سکتا ہے۔

اور خود یہ کتاب بھی یہی کچھ کرنے کا عملی نمونہ ہے جس میں مصنف نے ارتقاء کی روشنی میں چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

کیا مصنف یہ مانتے ہیں کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ خالی سلیٹ ہوتا ہے لیکن معاشرہ اور والدین اس بچے کو مذہبی بناتے ہیں؟

نہیں، مصنف اس نظریے کی موافقت نہیں کرتے بلکہ وہ لکھتے ہیں:

"مافوق الفطرت پر یقین ایسی چیز نہیں ہے جو ہم بچپن میں نشو نما کے دوران اپنے ماحول سے سیکھتے ہیں۔ یہ ایک بنا بنایا آلہ ہے جس کے لیے کسی سماجی ترغیب کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

ڈاکٹر ٹامسن اپنے اس دعویٰ کے لیے مختلف تجربات کا حوالہ دیتے ہیں جنہیں ہم طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کر رہے۔

توکیا مصنف یہ مانتے ہیں کہ انسان جب ارتقاء کے مراحل سے گزر رہا تھا تو اسے گروہ (group) میں رہنا پڑتا تھا تا کہ اس کی بقا خطرے میں نہ پڑے اور اس گروہ میں رہنے کی مطابقت (adaptation) کا نام مذہب ہے۔

مصنف اس خیال کو بھی درست نہیں مانتے بلکہ ان کا ماننا ہے کہ ہماری دیگر مطابقتیں (adaptations) ہیں اور مذہب ان کی ذیلی پیداوار ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مذہب کوئی ثانوی، غیر اہم یا کم اثر انداز ہے۔

مصنف رقمطراز ہیں:

"مذہب ایک طاقتور قوت ہے جس نے تاریخ کے دھارے اور انفرادی رویوں کا رخ متعین کیا ہے۔ اسے ذیلی پیداوار کہنے سے اس کی طاقت کم نہیں ہو جاتی، خاص طور پر اس صورت میں کہ حالیہ تحقیقاتی مطالعے اس طاقت کو مزید ظاہر کرتے ہیں۔ حال میں کیے جانے والی تحقیق سے ہمارے اور مذہب کی مافوق الفطرت گرفت کے بارے میں عملی اور چشم کشا شواہد سامنے آئے ہیں۔"

مصنف اس کی مثال دیتے ہیں کہ کیوں مذہب ذیلی پیداوار ہونے کے باوجود طاقت ور ہی ہے:

"لفظ ذیلی پیداوار خاصا غیر اہم لگتا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہ کوئی کمزور یا بے وقت سی چیز ہو لیکن اصل میں بات اس کے الٹ ہے۔ مثال کے طور پر لکھنا اور پڑھنا ان مطابقتوں کی ذیلی پیداوار ہیں جو کسی اور مقصد کے لیے تخلیق کی گئی تھیں۔ ہمارے دماغ میں پڑھنے لکھنے کے عضو موجود نہیں ہیں۔ لیکن ہمارے پاس دوسری مطابقتوں کے علاوہ بینائی، زبان، علامتی سوچ، اور ہاتھوں کی خفیف حرکات کے لیے پٹھے موجود ہیں۔ یہ تمام مطابقتیں اس وقت اکٹھے حرکت میں آئیں جب انسان نے لکھنا اور پڑھنا سیکھا۔ یہ ہماری نوع کے سب سے اہم ثقافتی ایجاد تھی۔"

پس یہاں سے دو اہم باتیں واضح ہوئیں:

اول) مذہبی ذیلی پیداوار ہے لیکن اس کی طاقت یا اہمیت اس سے کم نہیں ہوتی

دوم) مذہب کے قبول کرنے کی آمادگی انسان میں پہلے سے ہی پائی جاتی ہے

تواب سوال یہ اٹھے گا کہ وہ اصل مطابقتیں کیا ہیں مذہب جن کی ذیلی پیداوار ہے اور وہ کیا عوامل ہے کہ انسانی دماغ مذہبی عقائد بناتا ہے۔؟

1۔ وابستگی

"وابستگی کا نظام ہماری سب سے طاقتور مطابقت ہے۔ اس کے بغیر ہماری نسل کا ارتقا تو الگ رہا، بقا ممکن نہیں تھی۔ ہم میں سے اکثر لوگ جب تناؤ کا شکار ہوتے ہیں تو کسی نہ کسی رکھوالے سے رجوع کرتے ہیں جو ہماری دیکھ بھال کر سکے۔"

یہ وابستگی کا نظام ہماری اصل مطابقت ہے اور مذہب اس کی ذیلی پیداوار۔

2۔ اَن دیکھے فاعل کا تصور

دروازہ بند ہونے کی آواز سنتے ہی آپ تصور کرنے لگتے ہیں کہ کسی نے بند کیا ہو گا جبکہ ہوا سے بھی بند ہو سکتا ہے۔ اسی طرح گھاس میں سرسراہٹ ہو تو آپ کسی سانپ یا جانور کا تصور کرتے ہیں جبکہ ممکن ہے یہ کسی اور بے جان چیز سے ہوا ہو۔

ہمیں سایہ دیکھ کر چور کا گمان ہوتا ہے لیکن چور کو دیکھ کر سائے کا گمان نہیں ہوتا۔

آخر ہم ہر چیز کے پیچھے کسی فاعل کا تصور کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ کئی چیزوں میں اعداد و شمار دیکھے جائیں تو ہمیں اکثر فعال فاعل نظر نہیں آئے گا لیکن پھر بھی ہم فاعل کے تصور کو ترجیح کیوں دیتے ہیں؟

مصنف لکھتے ہیں:

"انسان کے اندر ایک رجحان پایا جاتا ہے جس کے تحت وہ بغیر کسی شہادت کے ہر چیز کو کسی نہ کسی فاعل کی کارروائی قرار دیتا ہے۔ اکثر اوقات یہ فاعل خود انسان کی مانند ہوتا ہے۔ تجریدی شکلوں یا آوازوں کو کسی فاعل سے منسوب کرنے کی ادراکی صلاحیت سے ہمارے بعید اجداد کی بقا میں مدد ملی ہو گی، کیوں کہ اس طرح وہ خطرے کی نشان دہی کر کے اس سے بچ پاتے ہوں گے۔ اس سے وہ ممکنہ خطرے کی جانب سے خبردار اور چوکس رہتے ہوں گے۔

بہتر یہ ہے کہ آپ سایہ دیکھ کر چھلانگ لگائیں، بہ نسبت اس کے کہ سایہ آپ کے اوپر چھلانگ لگا لے۔"

3۔ دیکھے اور اَن دیکھے میں تفریق کرنا

یہاں یہ سوال بھی حل کرنا چاہیے کہ آخر انسان نامحسوس اور غیب پر یقین کیوں رکھتا ہے؟

اس کا جواب مصنف یوں دیتے ہیں کہ انسان کے پاس دولخت ادراک (decoupled cognition) ہوتا ہے اور یہ مذہبی عقیدے کی کلید ہے۔

دولخت ادراک سے مراد یہ ہے کہ ہم اکثر اَن دیکھے شخص، باس، بیوی یا دوست وغیرہ کے ساتھ اپنے ذہن میں پیچیدہ تعامل (interaction) قائم کرتے ہیں اور اس سے ہم اس ذہن میں موجود شخص کو مکان و زمان سے ماوراء کر چکے ہوتے ہیں۔

یہاں پھر یہ سوال ہو گا کہ یہ صلاحیت ہمارے اندر کیوں ہے؟ یعنی ہمارے اولین آباء و اجداد کو اس کی ضرورت کیا تھی؟

اس پر مصنف لکھتے ہیں:

"فرض کریں کہ آپ کے پاس کسی شخص کے ذہن کا حال معلوم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہو کہ وہ آپ کے سامنے بیٹھا ہو۔ اس صورت میں عام انسانی تعلقات ناممکن ہوں گے۔ یہی بات ہمارے آباء پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ ہمیں اس بات کی ضرورت پڑتی ہے کہ ہم دوسروں کے خیالات اور احساسات کو جانیں، خواہ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہی کیوں نہ ہوں۔"

یہ اس لیے تاکہ کس سے دوستی کرنی ہے اور کس سے دشمنی ورنہ ہمارے آباء بقا کی جنگ کیسے جیت پاتے۔

یہاں یہ سوال ذہن میں ابھر سکتا ہے کہ دولخت ادراک اور فعال فاعل سے مافوق الفطرت تصورات کیسے پیدا ہو گئے؟ ہم اپنے اجداد کے ساتھ مکالمے اور سایہ دیکھ کر چھلانگ لگانے سے مافوق الفطرت عقائد تک کیسے پہنچ گئے؟

اس کا جواب مصنف یوں دیتے ہیں:

"ہم خالی جگہیں پُر کرتے ہیں۔ یہ استخراجی استدلال ہے۔ بغیر سوچے سمجھے خالی جگہیں پر کرنا اور چند ان کہے بنیادی مفروضوں کے ساتھ عمل کرنا کم سے کم خلاف توقع دنیاؤں (minimally counterintuitive worlds) کی اساس ہے۔"

خالی جگہوں کو پُر کرنے کی مثال نیچے دی گئی تصویر میں ملاحظہ کریں:

نیچے دی گئی تصویر کو دیکھیں۔اس میں لکیریں نہیں ہیں لیکن آپ ایک مربع دیکھتے ہیں۔آپ نے موجود شواہد کی بنا پر مربعے کا استخراج کیا ہے،اور ایک طرح سے خالی جگہیں پر کی ہیں۔اگر آپ ایس ایم ایس کرتے ہیں تو آپ استخراجی استدلال کی مثالیں ہر روز دیکھتے ہیں۔

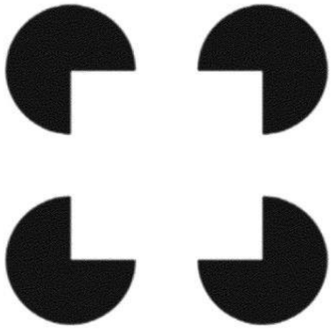

خالی جگہیں پر کرنے کی صلاحیت دوسری مطابقتوں کے ساتھ مل کر نامکمّل تصویر کو مکمّل کر دیتی ہے۔اگر ایک چھوٹا سا حصہ معمولی سا مختلف ہے تو ہم پھر بھی اسے قبول کر کے تصویر مکمّل کر لیتے ہیں۔یہ پھر بھی کم سے کم خلافِ توقع ہے۔یہ ہماری کم سے کم خلافِ توقع دنیاؤں کی اساس ہے جو دلچسپ اور متوقع کے درمیان ایک موزوں سمجھوتا ہے۔

4۔کم خلافِ توقع دنیا

اگر میں کہوں کہ میرے گھر کا درخت اڑتا،لوگوں کی باتیں سنتا،مجھے ان کی باتیں بتاتا اور بلاؤں سے مجھے محفوظ رکھتا ہے۔

تو اس پر یقین کرنا کم و بیش ناممکن ہو جائے گا کیونکہ اس پورے بیانیے میں درخت کا "درخت پن" زائل ہو گیا ہے اور یہ حقیقت سے بہت دور بات چلی گئی ہے لیکن اگر یہ کہا جائے کہ چاند کی چودہ تاریخ کو یہ درخت آپ کی دعائیں سنتا ہے تو اس پر یقین کرنے میں مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ یہ حقیقت کے خلاف تو ہے مگر بہت کم اور اس میں درخت کا درخت پن باقی ہے۔

اسی لیے بادل میں مذہبی لوگوں کو ان کی شخصیات نظر آتی ہیں یا چاند پر بڑھیا کے تصور کو قبول کرنا وغیرہ وغیرہ۔

5۔ اخلاقیات اور مذہب

مصنف کہتے ہیں کہ کئی لوگ دلیل دیتے ہیں کہ اخلاقیات کے لیے مذہب کا ہونا ضروری ہے جبکہ یہ بات درست نہیں ہے؛ کیونکہ کئی شواہد ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بچوں کے اندر شروع سے ہی اچھے برے، غلط صحیح اور انصاف و ناانصافی کا پیدائشی احساس موجود ہوتا ہے۔

مصنف اس کے لیے ییل یونیورسٹی کے نفسیات دان پال بلوم اور ان کی ٹیم کی دریافت پیش کی جو تین ماہ کے بچوں پر مبنی ہے۔(اس کے علاوہ انہوں نے مرر نیوران (mirror neurons) کی دلیل بھی بڑی شد و مد کے ساتھ پیش کی ہے)

اس کے بعد مصنف اس پر زور دیتے ہیں کہ ہمیں خالص اخلاقیات کو اپنانا چاہیے نہ کہ مذہبی احکام کے طور پر کیونکہ خالص اخلاقیات ہی درست معاشرے کی ضامن بن سکتی ہے جبکہ مذہبی اخلاقیات کی بنیاد حکم ہوتی ہے۔

6۔ جنس و مذہب

اس کے علاوہ مصنف یہ بھی لکھتے ہیں:

"بہت سے مذاہب جنس پر بہت زیادہ تکیہ کرتے ہیں اور یہی دلیل ہے کہ مذاہب خود انسان نے تخلیق کیے ہیں۔"

مصنف بطور خلاصہ لکھتے ہیں:

"مذہب ایک بے رحم دنیا میں تسکین ضرور فراہم کرتا ہے، اور ہمارے لیے سماج تخلیق کرتا ہے، لیکن اس کی وجہ سے تنازعات بھی جنم لیتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ اس کے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی لیکن اسے انسانوں نے تخلیق کیا تھا، اور اگر ہم یہ بات تسلیم کرلیں تو دنیا ایک بہتر جگہ بن سکتی ہے۔"

اپنی بات:

ہم نے کئی ایک دلائل اور نکات چھوڑ دیے ہیں تاکہ مزید طوالت نہ ہو۔

الف) بہ ہر حال مصنف نے اس بات کی کوئی دلیل پیش نہیں کہ کیوں مذہب کو انسانی تخلیق ماننے سے دنیا بہتر ہو سکے گی؟

ب) اور وہ اس بات کی بھی دلیل نہیں دے سکے ہیں کہ آخر جو مطابقتیں ہیں وہ تو مذہب کو ہٹانے کے بعد بھی باقی ہوں گی لہذا مذہب ترک کرنے کے بعد دوسرے ان مطابقتوں کو استعمال کر کے دیگر خطرناک ذیلی پیداوار کیوں نہیں پیدا کر سکتے؟

ج) اخلاقیات میں مصنف کے پیش کردہ شواہد تو قرآنی بیان سے ہم آہنگ ہے جہاں کہا گیا ہے کہ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔

بہ ہر حال، قطع نظر اس کے یہ سوال تو پھر بھی قائم ہے کہ خالص اخلاقیات بھی تو تذبذب کا شکار ہوتی ہے کیونکہ انسانی زندگی میں کئی ایسے مراحل آتے ہیں جہاں وہ واضح طور پر فیصلہ نہیں کر پاتا کیونکہ مسائل ہمیشہ سپید و سیاہ تو نہیں ہوتے بلکہ کئی سرمئی علاقے (gray areas) بھی ہوتے ہیں۔

د) مصنف کی بات کیسے درست ہو سکتی کہ مذاہب جنس پر بہت زیادہ تکیہ کرتے ہیں جو ان کے انسانی ہونے کی دلیل ہے۔

کیونکہ یہ اس بات کی بھی تو دلیل ہو سکتی کہ مذہب کا خدا انسانوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتا اور انہیں سنوارتا ہے۔

یا وہ جانتا ہے کہ بڑے مقاصد کے لیے ان امور کیسے کیسے بروئے کار لایا جائے۔

لہذا جب یہ دونوں امکان ہیں تو کسی ایک امکان کے متعین کرنے کی دلیل دینا ضروری بنتا ہے۔

التفات:

ا۔اس کے بعد ہم ہسٹن اسمتھ کی کتاب (Why Religion matters) پر بات کریں گے۔ان شاء اللہ

۲۔اس کتاب کا اردو میں ترجمہ **"خدا کیوں؟"** سے کیا گیا ہے مگر مترجم کا نام نہیں ہے اور تحریر میں کتاب کے اقتباسات کا اردو ترجمہ اسی سے لیا گیا ہے۔

تمام شد